شعبۂ حفظ وناظرہ کی تعلیم وتدریس کے لیے

راہنما اصول وہدایات اور مفید تجاویز ومشورے (آخری حصہ)

افادات: حضرت مولانا قاری غلام رسول زید مجدھم
(مدیر مدرسہ جامع القرآن عثمان بن عفانؓ)
ضبط وترتیب: مولانا محمد ریاض

راہ نما اصول برائے مدرّسینِ حفظ وناظرہ

شعبۂ حفظ وناظرہ کے مدرّسین اور اساتذہ کرام، کارکردگی کو بہتر اور نتیجہ خیز بنانے کے لیے درج ذیل امور وہدایات پر توجہ دیں تو ان شاء اللہ العزیز اُن کی عملی اور تدریسی صلاحیتوں میں اضافہ ممکن ہو سکے گا اور حق تعالیٰ کی خوشنودی اور قبولیت کے دروازے کھلیں گے۔

نیت کی تصحیح:

سب سے پہلا قدم، نیت کی تصحیح ہے۔ یعنی آپ جس عظیم شعبہ زندگی سے وابستہ ہیں، اس کا اول وآخر مقصد رضائے الٰہی، فکرِ آخرت اور خدمت کتاب اللہ ہونا چاہیے۔ تصحیح نیت سے متعلق حضرت قاری فتح محمد صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں: ''استاذ کو چاہیے کہ کسی طالب علم سے دنیاوی غرض کے لیے بالکل تعلق نہ رکھے، قرآن مجید یا دینی تعلیم صرف اللہ کی رضا کے لیے پڑھائے۔ البتہ کوئی شاگرد استاد کی خدمت چھپ کر کرے اور استاذ کے دل میں لالچ بھی نہ ہو تو قبول کر لے۔''

حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اخلاص کے کس بلند مقام پر فائز تھے، یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔ لیکن حضرت جب بھی کسی سے تربیت اور اصلاح کی بات فرماتے تو اخلاص وخلوص کی بات پہلے ذکر فرماتے۔ جہاں بھی امتحان کی غرض سے تشریف لے جاتے، وہاں رپورٹ میں یہ جملہ ضرور تحریر فرماتے: ''اللہ تعالیٰ ہمیں خلوص نیت کے ساتھ کام کرنے کی توفیق سے نوازیں''

کوشش اور جفاکشی:

نیت کی تصحیح کے بعد دوسرا کام بچوں کی تعلیم وتربیت اور اپنے اندازِ تدریس وتعلم کو عمدہ سے عمدہ بنانے کے لیے فکر واہتمام ضروری ہے۔اس کے لیے محنت، کوشش اور جفاکشی کو اپنا وظیفہ بنائیے۔مشہور عربی محاورہ ہے ''من جَدَّ وَجَدَ'' یعنی جو کوشش کرتا ہے، محنت کا پھل ضرور پالیتا ہے۔آپ اپنے شعبے کے ساتھ مخلص ہوں اور اپنی ذمہ داری محنت ودیانت داری کے ساتھ ادا کریں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا۔محنت اور جدوجہد کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت قاری محمد ادریس ہوشیارپوری صاحب زیدمجدھم رقم طراز ہیں:''طالب علم سے انتہائی ہمدردی کا معاملہ کیا جائے اور کیفیت یہ ہو کہ استاذ کے پگھلے اور طالب علم چمکے، بالکل ایسے جیسے شمع جلتی اور پگھلتی ہے تو روشنی ہوتی ہے۔جہاں اُس نے پگھلنا بند کیا، وہاں روشنی کی بجائے تاریکی چھاجائے گی۔جب تک استاذ محترم درس گاہ کو اپنے خون سے منور رکھیں گے، ہر طرف روشنی نظر آئے گی۔

''دُعا''

جبکہ''دعا'' ہر عبادت کا مغز ہے۔لہٰذا آپ جتنی محنت کرلیں اور تعلیمی عمل کو بہتر بنالیں، مگر آخر میں دعا کو فراموش نہ کریں۔''دعا'' بندگی کا اظہار ہے اور اللہ پاک اس عمل سے بے انتہا خوش ہوتے ہیں۔اس سلسلے میں حضرت قاری رحیم بخش رحمہ اللہ تعالیٰ کا طرزِ عمل ہمارے لیے مشعل راہ ہونا چاہیے۔حضرت کی ایک ایک طالب علم پر اس قدر گہری نظر ہوتی تھی کہ بار بار فرماتے کہ جب کوئی طالب علم سبق نہیں سناتا تو میرے حلق سے لقمہ نہیں اترتا اور مجھے نیند نہیں آتی اور میں استغفار کرتا رہتا ہوں کہ کہیں کوئی میری کوتاہی تو نہیں ہے۔

حفظ کے ایک ناکام طالب علم کی کامیابی سے متعلق آپ سے سوال کیا گیا تو فرمایا کہ جب میں نے دیکھا کہ یہ طالب علم ایسا ہے کہ اس کا چلنا نہایت مشکل ہے تو میں نے صبح تہجد میں خاص طور پر اس کے لیے دعا شروع کردی۔بس یہی چیز ہے جس نے اس کو کامیاب فرمایا۔دعا کا اہتمام حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا اپنی ذات کی حد تک محدود نہ تھا، بلکہ طلبہ کو بھی اس کی بڑی تاکید فرماتے اور طلبہ سے عمل بھی کرواتے۔بعض طلبہ جن کو باوجود محنت کے قرآن کریم یاد نہ ہوتا تھا، انہیں اپنے سامنے صلوٰۃ الحاجۃ پڑھواتے اور اپنی نگرانی میں طویل دعا کراتے۔

قابل توجہ بات

اس کے علاوہ کوشش کی جائے کہ ہر کام اور ذمہ داری؛ نظم اور سلیقہ کے تحت انجام دیا جائے؛ تاکہ دیکھنے والوں پر آپ کا مثبت تاثر قائم ہو اور وہ آپ کی شخصیت کے بارے میں اچھی رائے قائم کرسکیں۔انسانی مزاج سے کہ اندر اللہ تعالیٰ

نے نقل اور اخذ کا مادہ رکھا ہے۔اب یہ ہر انسان کے اوپر منحصر ہے کہ وہ اس صلاحیت کو کیسے جلا بخشتا اور نکھارتا ہے۔

اہل اللہ کی صحبت

انسان برابر محنت اور جد و جہد کرتا رہے،اس کا قلب مصفّٰی ہو اور اس کے طور طریقوں میں انقلاب پیدا ہو...... یہ چیز اہل اللہ کی خدمت میں ملتی ہے۔لہٰذا استاذ صاحب ہفتے یا مہینے میں ایک دن کسی متبع سنت اور صحیح العقیدہ بزرگ کا اصلاحی بیان سننے اور صحبت اٹھانے کے لیے جائیں۔زندگی کے ہر موڑ پر تقویٰ،طہارت،نماز،اساتذہ کرام سے مضبوط تعلق،وضع قطع میں اتباع سنت،عمومی زندگی میں بھی صفائی ستھرائی کا خوب اہتمام کریں۔

مدرّس بھی تلاوت کا اہتمام کرتا رہے

شعبہ حفظ کے استاذ کو قرآن کریم کی روزانہ تلاوت ضرور کرنی چاہیے،اکثر دیکھا گیا ہے کہ تدریسی مصروفیات کے باعث حضرات اساتذہ کرام تلاوت نہیں کر پاتے۔یوں منزل کچی ہونی شروع ہو جاتی ہے۔اگر استاذ بھی قرآن کریم بھول جائیں تو یہ عبرت کا مقام ہے۔استاذ؛طلبہ کرام کے لیے نمونہ ہوتا ہے،اس لیے استاذ محترم اس حوالے سے خوب پابندی کریں اور تلاوت کا کسی صورت ناغہ نہ ہونے دیں۔تلاوت کے بارے میں بزرگوں کا معمول ہمیشہ مدنظر رکھیں۔

چند جامع ارشاداتِ اکابر:

آخر میں اساتذہ کرام کے لیے بزرگوں کے چند جامع ارشادات کو نقل کرنا کافی ہوگا،جن میں عمل کا شوق و ذوق رکھنے والوں کے لیے نصیحت اور استفادے کا بہت سامان موجود ہے۔

حضرت قاری فتح محمدؒ کے کارآمد نصائح:

حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر تحریر فرمایا ہے کہ صفات محمودہ یعنی بردباری،علم و یقین،سخاوت،شجاعت،پاک دامنی،عفو،صبر،شکر،قناعت،تفویض،حسن خلق،حیا و توکل؛ان کے حاصل کرنے اور کمال پیدا کرنے میں کوشش کریں۔اور اخلاق رذیلہ یعنی کذب،غضب،حرص،غیبت،بخل،حسد،ریا،کبر اور کینہ سے اپنا تزکیہ کریں،کوئی وقت بیکار نہ گزاریں،بلکہ کثرت و دوام سے ذکر اللہ میں خوب ہی خوب مشغول رہا کریں۔قرآن مجید پڑھانے والا مدرس اگر صرف قرآن مجید پڑھا ہوا ہے تو اس کو تعلیم الاسلام اور بہشتی زیور بھی کسی سے پڑھ لینا چاہیے اور پھر وقتاً فوقتاً ان کو پڑھتا رہے،اسی طرح اصلاحی نصاب اور تبلیغی نصاب (فضائل اعمال) بھی اپنے مطالعہ میں رکھیں اور کبھی کبھی طلبہ کو بھی سنائیں۔مدرسہ کے اوقات کی پابندی کریں خواہ کوئی نگرانی کرے یا نہ کرے۔مدرسے کے اوقات میں کسی مہمان سے لمبی چوڑی ملاقات کرنا یا فضول کاموں میں لگے رہنا یہ بھی جائز نہیں ہے۔اساتذہ کو پڑھائی کے اوقات

میں طلبہ سے اتنا کام لینا کہ وہ ان کے کام میں لگے رہیں، پڑھنا پڑھانا برائے نام ہی رہ جائے؛ یہ بھی درست نہیں، بلکہ بچوں کے ساتھ خیانت اور ان کے وقت کا ضیاع ہے۔ قرآن مجید کے ختم پر استاذ کا طالب علم سے کپڑوں کے جوڑے یا پیسوں کا لالچ رکھنا جائز نہیں ہے، اس سے طرح طرح کی بے برکتیاں ہوں گی۔ استاذ بلا وجہ ناغہ نہ کرے، دوران تعلیم باوضو رہیں۔ قرآن مجید کا مدرس با جماعت صف اول میں تکبیر اولیٰ کے ساتھ پانچوں نمازوں کی پابندی کرے، سنت کے مطابق داڑھی رکھے، نیز لباس اور حجامت سنت کے مطابق ہونی چاہیے اور طلبہ سے بدنظری میں ہر گز مبتلا نہ ہو۔ مدرس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ کسی بزرگ سے اصلاحی تعلق رکھے، اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ تقویٰ و پرہیز گاری کی بہت بڑی بڑی برکات نصیب ہوں گی۔

مدرس کے لیے ایک مفید نصیحت:

عام طور پر اداروں میں کارکنان اور اساتذہ کے درمیان چپقلش اور رنجشیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہ چیز مدرس، تعلیم اور اداروں کے لیے نہایت نقصان دہ ہے۔ اگر ایسی صورت حال کا بر موقع تدارک نہ کیا جائے تو معاملہ خرابی کی طرف بڑھ جاتا ہے، جس سے مدرس اور ادارے کو نا قابل تلافی نقصان ہوتا ہے۔ حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ اگر تدریسی زندگی میں مدرس تین باتوں پر عمل کر لے تو کبھی کوئی شکوہ شکایت پیدا نہ ہو:

۱......جس مدرسے میں تدریس کریں تو جب تک آپ سے کسی معاملے میں رائے یا مشورہ طلب نہ کیا جائے، ہر گز کوئی رائے نہ دیں۔ جب پوچھا جائے تو جو سمجھ میں آئے، دیانت کا خیال رکھتے ہوئے عرض کر دیا جائے۔

۲......دوسرے استاذ کی ہر گز کوئی خوبی یا خامی بیان نہ کریں، طلبہ کے سامنے نہ کسی دوسرے مدرس کے سامنے، مجمع میں اور نہ ہی کسی نجی مجلس میں۔ خامی تو بیان ہی نہیں کرنی چاہیے، خوبی کا اظہار کرنے سے بھی گریز کیا جائے، کیوں کہ جب ایک شخص دوسرے کا وصف بیان کرتا ہے، تو برائی کا راستہ خود بہ خود نکل آتا ہے۔ ممکن ہے آپ کی رائے سے کوئی دوسرا شخص متفق نہ ہو، وہ اس کی برائی بیان کرنے لگے یا اس کی وجہ سے کسی اور میں حسد اور رقابت کے جذبات بھڑک اٹھیں۔ نیز اور کوئی نقصان ہو یا نہ ہو، آپ خود ہی اس کی زد میں آسکتے ہیں۔

۳......اپنے ساتھ پڑھانے والے مدرسین کا کبھی کبھی حسب استطاعت اکرام کر دیا کریں۔

حقوق العباد کی حفاظت کی جائے:

اسلام میں حقوق العباد کی بڑی اہمیت اور تاکید ہے۔ قرآن مجید کے مدرس کو اس معاملے میں زیادہ محتاط ہونا چاہیے۔ حضرت قاری رحیم بخش نور اللہ مرقدہ کے معاملات (حقوق العباد) میں صفائی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ

آپ نے اپنے تدریسی مشاغل میں ذرا فرق لائے بغیر دین کی خدمت گار دیگر جماعتوں سے بھرپور تعاون فرمایا اور اس قدر وسیع پیمانے پر خدمات کے دوران اپنے ہم عصروں سے کچھ رنجشیں اور شکایات سامنے آہی جاتی ہیں، مگر حضرت قاری صاحب کی کمال دانش مندی اور نصرت خداوندی کہ کسی مخالف کی جانب سے کوئی معقول الزام کبھی سامنے نہیں آیا۔ اس چیز کو بہت سے حضرات نے محسوس کیا کہ حضرت نے غصے یا معمول کی حالت میں کسی عالم دین، حریف یا مخالف پر تنقید نہیں کی۔ نظم ونسق، پابندی وقت، ادارہ جاتی لین دین، اور آمدن وخرچ وغیرہ کے حوالے سے کوئی جھول نہ دیکھا گیا۔ وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون (سورۃ المطففین) (یعنی لوگوں کو اس چیز کی ہی رغبت کرنی چاہیے)

اندازِ تدریس:

ایک معلم قرآن کو انداز تدریس سیکھنے کے لیے بزرگوں کی عملی زندگی کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ چناں چہ حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمہ اللہ کے انداز تدریس کی کیفیت یہ تھی کہ مقررہ وقت سے تقریباً آدھ گھنٹا پہلے تشریف لے آتے، نہایت ادب واحترام سے مسند پر تشریف فرما ہوتے تھے۔ تدریس کے دوران آپ کی یہ کیفیت ہوتی تھی گویا بہت زیادہ بوجھ اٹھایا ہوا ہے، یہ ذمہ داری کا عالم تھا کہ فرماتے تھے کہ اگر خدانخواستہ اس کام میں کمی آگئی تو اللہ تعالیٰ کے یہاں پوچھ ہوگی۔ بعض اوقات فرماتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہوجائے کہ ہماری کوتاہی کی وجہ سے ہمارے لیے اس وقت کا وظیفہ بھی حرام ہوجائے۔ حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو کمال ضبط وبرداشت کا عجیب ملکہ تھا۔ تادیب میں بھی یہی فکر رہتی کہ طالب علم کو ناحق سزا نہ دیدی جائے، حتی الوسع یہی سوچتے کہ کسی کی پٹائی نہ ہوجائے۔ اکثر ضبط سے کام لیتے اور سخت سست کہہ کر درگزر فرماتے، حضرت کی وصیت بھی تھی کہ شاگرد کو اس وقت تک سزا نہ دیں؛ جب تک خود اس کی تربیت نہ کرلیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور رورو کر اس کے لیے دعا نہ مانگ لیں۔

پانچ بنیادی اصول:

۱۔ حق تعالیٰ کی رضا کی نیت سے پڑھائیں۔ ۲۔ درس گاہ میں ذکر اللہ کی نیت کرکے بیٹھیں۔ ۳۔ حسن اخلاق واعمال اور دین داری اور نیکوکاری کا نمونہ بن کر رہیں۔ ۴۔ شکل وصوت موافق شرع رکھیں۔ ۵۔ شاگردوں کے ساتھ خندہ پیشانی اور کشادہ روئی کے ساتھ پیش آئیں۔

تدریس......عبادت بھی ہے:

حضرت قاری رحیم بخش رحمہ اللہ تعالیٰ کا ملفوظ ہے کہ آپ (قراء) حضرات جو پڑھاتے ہیں، یہ آپ کا صرف مدرسے

والوں کے ساتھ معاملہ نہیں ہے، بلکہ ایک معاملہ طالب علموں کے ساتھ بھی ہے اور ایک معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی ہے، اسی لیے ہمارے مشائخ تدریس کو عبادت سمجھتے تھے، اب ہمارے ذہنوں میں آہستہ آہستہ انحطاط آتا جارہا ہے، اساتذہ کے ذہنوں میں عبادت والے تصور میں کمی واقع ہو رہی ہے اور ملازمت والا تصور بڑھتا جارہا ہے، فرض شناسی کا احساس کم ہوتا جارہا ہے۔ حالاں کہ یہ ہماری صرف ملازمت نہیں ہے، بلکہ ہماری زندگی کا مشن اور عبادت ہے۔ کالج اور مدرسے میں یہ ایک بنیادی فرق ہے کہ کالجوں اور یونیوسٹیوں میں اساتذہ کا اپنے طلبہ سے ملازمت والا تعلق ہوتا ہے، کیوں کہ وہ فیس وصول کرتے ہیں، جبکہ ہمارے مدارس میں علم دیا اور لیا جارہا ہے۔

''فرد'' پر محنت کا ضابطہ:

حضرت قاری رحیم بخش رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرد کو ہدف بنا کر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کامل اخلاص اور ذوق وشوق کے ساتھ اپنی تمام تر صلاحیتوں کو اس پر صرف کردیا، انتظامی ضابطوں سے زیادہ اوقات دے کر روحانی رابطوں کو روبہ عمل لاکر خوب جاں فشانی سے محنت کی۔ آپ کا ملفوظ ہے کہ محنت اور محبت سے پڑھاؤ۔

طلبہ کے مقام کو پہچانیں!

شیخ المشائخ سلیم اللہ خان صاحبؒ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس عمل تو ہے نہیں، جو ہے تو ناقص۔ صرف ایک چیز طالب علموں سے تعلق ہے، اس کو قائم رکھا ہوا ہے۔

نماز کا اہتمام:

حضرت قاری رحیم بخش رحمہ اللہ تعالیٰ جو ضوابط؛ درسگاہ اور عمومی زندگی میں دوسروں پر لاگو فرماتے، اُن کو خود بھی عملاً کرکے دکھاتے۔ اس میں سب سے امتیازی وصف اور عمومی چیز صف اوّل اور امام کے پیچھے نماز کی اقتداء ہے۔ آپ اپنے تمام شاگردوں کو اس کا پابند فرماتے کہ صف اول کا اہتمام کیا جائے اور اس کے لیے بچوں کی ابتدائی عمر کے لحاظ سے نگرانی بھی کرائی جاتی تھی اور کم عمر ساتھیوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی۔ خود حضرت صف اول اور تکبیر اولیٰ کا اہتمام فرماتے۔

استاذ بیدار مغز ہونا چاہیے:

حضرت قاری رحیم بخش رحمہ اللہ تعالیٰ کو کبھی بھی کاہل اور سست نہیں دیکھا گیا۔ نہایت بیدار مغز اور ذمہ داری سے آپ طلبہ کی مکمل نگرانی فرماتے۔ حرکات وسکنات پر آپ کی گہری نظر ہوتی تھی۔ نشست و برخواست تعلیمی حالت کے مطابق ہے یا نہیں اور اس کے ساتھ جو تعلیمی کام ذمہ لگایا ہے، وہ ہوا ہے یا نہیں؛ ان دونوں پر آپ کی گہری نظر ہوتی،

اس لیے طلبہ اپنے کام کو پوری طرح سنبھالتے، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ طلبہ کو خوب کام دیتے اور خوب وصول بھی کرتے تھے، اس لیے طلبہ کا انہماک عام درسگاہوں سے مختلف ہوتا تھا۔

دو کام اور دل کا سکون:

۱.....قرآن مجید، قاعدہ اور پاروں کا احترام کریں۔

مدرس کو چاہیے کہ خود اور طلبہ سے قرآن کریم یا پاروں اور ان کے مقدس اوراق کی حفاظت اور ادب کا خوب اہتمام کروائے۔ مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے حوالے سے آتا ہے کہ مسجد میں مقدس اوراق دیکھے، ذمہ دار کی پٹائی کی، نکال دیا اور فرمایا کہ یہ حرکت مدرسے کو بند کروادے گی۔

اسی طرح بشر حافی ایک مشہور بزرگ گزرے ہیں۔لوگوں میں پیغمبروں کی طرح آپ کا نام مشہور ہے۔اس کی کیا وجہ تھی؟ خود فرمایا کہ میں غافل تھا، ایک دن دیکھا کاغذ پڑا ہوا ہے، اس پر ''اللہ'' لکھا ہوا ہے، اس کو اٹھایا، دھویا، صاف کیا اور خوشبو لگا کر اوپر رکھ دیا۔اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ تم نے ہمارے نام کی عزت کی، ہم تمہارے نام کو پوری دنیا میں چمکا دیں گے، چناں چہ اللہ نے پوری دنیا میں آپ کے نام کو مشہور کر دیا۔

۲.....رزق کی حفاظت کا اہتمام کیا جائے۔

رزق اور طعام اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔اسے ضائع نہ ہونے دیں۔انسان کو چاہیے کہ اپنے رزق کے ایک ایک لقمے اور ایک ایک ذرہ کی حفاظت کرے۔اس حوالے سے ایک واقعہ ذہن نشین رکھیں۔ایک صاحب مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس گئے۔جمعے کے بعد کھانا کھایا، میزبان نے کہا: لوگ اٹھ جائیں، دوسرے لوگ یہاں آکر کھالیں گے۔حضرت نے ارشاد فرمایا نہیں! پہلے برتن اٹھیں گے، پھر ہم اٹھیں گے۔اگر پریشانی ہے تو کپڑا ڈال دیں۔

حضرت مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب زید مجدھم نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی رزق کے ایک ایک ذرہ کی قدر کرتا ہے، اللہ پاک اس کے رزق میں خوب برکت عطا فرماتے ہیں۔

تادیب وسزا کا طریقہ کار

تحفیظ اور ناظرہ کے شعبوں میں عموماً بچوں کو بروقت کام پورا کرانے کے لیے سختی کی جاتی ہے اور یہ سختی، مار پیٹ اکثر اوقات حد سے تجاوز کر جاتی ہے، جس کے نقصانات اظہر من الشمس ہیں۔حضرات اکابر عظام کے افادات کی روشنی میں حفظ وناظرہ کے معلّمین کے لیے بچوں کی تادیب اور سزا کا طریقہ کار یہ ہونا چاہیے:

☆......عین غصے کے وقت سزا نہ دیں، بعد میں مصنوعی غصہ پیدا کر کے سزا دیں۔

☆......جس استاذ کو کلاس میں غصہ آئے، وہ کلاس سے باہر چلا جائے اور پانی پی لے، وضو کر لے یا اس بچے کو اپنے سامنے سے ہٹا دے۔

☆......ایسی سزا دیں، جس سے نشان نہ پڑے اور شکایت بھی نہ آئے۔

☆......بچوں کو مارنے سے متعلق حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ بچوں کو حد سے زیادہ سزا نہ دی جائے، ان کو قصور سے زیادہ نہ مارا جائے، اسی طرح مارتے ہوئے منہ پر بھی نہ مارا جائے، اگر کسی استاذ نے قصور سے زیادہ مارا تو جو زیادتی ہوگی، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی عدالت میں جواب دینا پڑے گا۔ مار کی زیادتی سے بچے کا حافظہ بڑھتا ہے نہ ہی یاد ہوتا ہے، بلکہ بچہ ڈھیٹ اور ضدی طبیعت کا ہو جاتا ہے، جو اساتذہ پیار و حسن سلوک سے پڑھاتے ہیں، طلبہ ان پر عاشق ہوتے ہیں اور مانوس رہتے ہیں۔

سختی مقصود نہیں:

مار پیٹ کی حدود بیان کرتے ہوئے حضرت قاری محمد ادریس ہوشیار پوری دامت برکاتھم العالیہ فرماتے ہیں: مار پیٹ بجائے خود مقصودی چیز نہیں، بعض طبائع کے لحاظ سے بہ امر مجبوری یہ حصول مقصود کا ذریعہ ہے۔ سادہ لفظوں میں اگر اس کی یہ تعبیر اختیار کر لی جائے کہ استاذ کی جانفشانی، لگن، محنت اور ذوق وشوق یہ درجہ غذا میں ہے اور غذا یومیہ استعمال میں آتی ہے، جبکہ مار پیٹ؛ درجہ دوا میں ہے اور دوا کبھی کبھار حسب ضرورت استعمال کی جاتی ہے، نیز درجہ ضرورت کو بھی ملحوظ رکھتے ہوئے جذبۂ عفو کا حسین محرک دل میں موجود ہونا چاہیے۔

''سختی'' کی دو اقسام:

سختی کو دو عنوان میں تقسیم کر دیا جائے: ا۔ ڈنڈی کی سختی ۔۲۔ تعلیمی سختی۔

ا۔ تعلیمی سختی:

استاذ کو چاہیے کہ تعلیمی سختی تو ہر وقت پیش نظر رکھے، طالب علم کو بار بار سنانے اور سننے پر لگائے رکھے، ایک دفعہ صحیح نہیں سنا سکا، دوبارہ لے کر آئے پھر سنائے، اسی طرح پارے یاد نہیں رہ سکے، دوبارہ یاد کرائے اور اس میں خود اپنے آپ پر بھی سختی کا نفاذ رکھے اور یہ اس درجہ میں ہونا چاہیے کہ طالب علم کو یقین ہو جائے کہ جب تک میں سناؤں گا نہیں، استاذ مجھے چھوڑیں گے نہیں۔ ایک دن بھی اگر میں نے کام نہیں کیا تو استاذ صاحب چھوڑیں گے نہیں۔ اس سننے کا اثر بچوں پر اتنا ہو جانا چاہیے کہ وہ کام بھرپور تیار کر کے استاذ کو دیں اور استاذ حکمت سے ان سے وصول کرے۔

۲۔ڈنڈی کی سختی:

ڈنڈی حرکت میں لانے کی عموماً وہاں ضرورت پیش آتی ہے؛ جہاں طلبہ کرام کی تعداد زیادہ ہو اور تعلیمی نظام متاثر ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ اس نظام میں سب کو باندھے رکھنے کی خاطر ''العصا لمن عصیٰ'' (ڈنڈی نافرمان کے لیے ہے) باور کرایا جاتا ہے۔

بچوں کو مارنے کا طریقہ:

حضرت حکیم الامت، مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عین غصے کے وقت بچے کو نہ مارا جائے، بلکہ غصہ ٹھنڈا ہوجانے کے بعد مصنوعی غصہ پیدا کرکے مارلو، اس لیے کہ عین غصے کی حالت میں اعتدال نہیں رہتا اور حد سے تجاوز ہوجاتا ہے، مصنوعی غصے کی صورت میں یہ تجاوز نہیں ہوگا اور مقصد بھی حاصل ہوجائے گا۔ خود حضرتؒ کا عمل اس اصول پر تھا۔

تربیت کا طریقہ:

۱۔عین غلطی کے موقع پر سزا دینا مناسب نہیں، بلکہ بعض اوقات نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس لیے بعد میں سمجھایا جائے یا سزا دی جائے۔

۲۔ ہر کام پر بار بار ٹوکتے رہنا مناسب نہیں، بلکہ ایک مرتبہ بٹھا کر سمجھا دو، اور پھر ایک مرتبہ جو سزا دینی ہے؛ دے دو۔ اگر ضرورت محسوس ہو تو کبھی کبھی مارنا بھی چاہیے، آج کل افراط وتفریط ہے۔ اگر ماریں گے تو حد سے گزر جائیں گے یا پھر بالکل مارنا چھوڑ دیں گے۔ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ اعتدال کا راستہ اس کے درمیان ہے۔
(تلخیص از: تذکرۃ الشیخین واصلاحی خطبات)

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین